© rasailojaraid.com

اسلام کا نظریۂ اقتدارِ اعلیٰ

(۲)

از: جناب ڈاکٹر ماجد علی خاں صاحب لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

اوپر کی آیت میں "اِنْ تَنَازَعْتُمْ" کی ضمیر جمع مخاطب سے مراد "اولو الامر" (اہل اختیار) اور تمام افراد امت ہیں[1] "اولوالامر" اسی آیت کے پچھلے حصّہ میں موجود ہے یہ پوری آیت اور اس سے قبل جو آیت اسی موضوع پر ہے اس طرح ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا	اللہ تمہیں حکم دیتاہے کہ ذمہ داریاں
الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَ اِذَا حَکَمْتُمْ	اُن کے اہل کو سپرد کرو اور جب لوگوں کے
بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ	درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ
اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ	کرو، بیشک اللہ تم کو بہت اچھی بات کی
کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہ یٰٓاَیُّھَا	نصیحت کرتاہے، بیشک اللہ بڑا سننے والا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ	ہے، بڑا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو
اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ	اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور
مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ	اپنے میں اہل اختیار کی اطاعت کرو پھر
فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ	اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز

[1] تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۱۸۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء: ۵۸، ۵۹)	میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوشتر ہے۔

سید رشید رضا مصری نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی یہی دو آیتیں "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ" الخ اور "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا" حکومتِ اسلامی کی پوری بنیاد کا کام دے سکتی ہیں اور اگر ان کے علاوہ قرآن مجید میں کچھ بھی اس موضوع پر نہ ہوتا تو یہی دو آیتیں بھی کافی تھیں۔ سارے احکام کے استنباط کے لئے "ھاتان الآیتان ھما اساس الحکومۃ الاسلامیۃ ولو لم ینزل فی القرآن غیرھما لکفتا المسلمین فی ذٰلک اذا ھم بنوا جمیع الاحکام علیھما"۔[1] (المنار)

اس موقع پر مندرجہ بالا آیات میں "اُولِی الْاَمْرِ" اور "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" کی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی لکھتے ہیں اُولِی الْاَمْرِ سے مراد بعض کہتے ہیں حکام وسلاطین وقضاۃ وغیرہم ہیں کہ جن کو ولایت شرعیہ حاصل ہو۔

شیعہ کہتے ہیں ائمہ عشر مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں صحابہؓ۔ اگر غور کیا جائے تو سب کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اس سے مراد اہل علم اور شریعت کے مفتی اور مجتہد و مستنبط ہیں اور یہی قول جابر بن عبداللہ و مجاہد و حسن بصری و ابوالعالیہ و عطا ابن ابی رباح و ابن عباسؓ و امام احمدؒ کا ہے۔ امام مالک و ابوحنیفہ و ضحاک بھی یہی فرماتے ہیں اور اس کی وجہ جیسا کہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ بعد نبی علیہ السلام کے امت محمدیہ میں جو کسی اور کا کہنا مانا جاتا ہے تو صرف اس وقت کہ وہ علم کے موافق حکم دے کتاب وسنت کے بموجب حکم کرے خواہ وہ علما آپ حکم کریں یا ان کے فتوے سے امراء وسلاطین حکم کریں پس جس طرح کے علماء نبی علیہ السلام کے پیرو ہیں اسی طرح ان کے امراء

---

[1] تفسیر ماجدی ج اص ۱۹۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں یعنی جو احکام کہ کتاب و سنت میں بصراحت مذکور ہیں ان میں علماء کا قول عامیوں پر ماننا فرض و واجب ہے۔ اس میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہ ہو۔ اب رہے وہ احکام و مسائل کہ جو بصراحت کتاب و سنت میں نہ پائے جائیں بلکہ بحکم تفصیلاً لکل شئی بطور اسرار مودوعہ بردہ الفاظ میں مستور ہوں اور علماء میں سے جو غواص اور مستنبط ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ اور جن کو مجتہد کہتے ہیں وہ ان مسائل کو استنباط اور اجتہاد کر کے نصوص سے ظاہر کرتے ہیں۔ آیا ان کی ان مسائل میں بھی پیروی غیر مجتہد لوگوں کو چاہیے یا نہیں؟ (اور اس پیروی کو عرف فقہا میں تقلید کہتے ہیں) اہل اسلام میں سے جمہور سلف سے خلف تک ان مسائل میں بھی اتباع کرنا واجب اور ضروری کہتے ہیں ان چند وجوہات سے ...."[1]

مولانا عبدالماجد دریا بادی تحریر کرتے ہیں " اولی الامر - اولوالامر کون ہیں؟ اس میں اچھی خاصی قیل و قال ہوتی ہے۔ علماء و فقہاء امت بھی مراد لئے گئے ہیں اور امراء و حکام بھی۔ اور بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی مراد لئے جائیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یہ دونوں ہوتے ہیں۔ ای الولاۃ او العلماء (مدارک) روی عن جابر بن عبد اللہ و ابن عباس روایۃ والحسن وعطاء ومجاھد انھم اولوا الفقہ والعلم وعن ابن عباس فی روایۃ وابی ھریرۃ انھم امراء السرایا ویجوزان یکونوا جمیعاً مرادین بالآیۃ لان الاسم یتناولھم جمیعاً (جصاص)

اولوالامر خواہ علماء و فقہا ہوں یا امراء و حکام بہرحال ان میں مستقل مطاع ہونے کی صلاحیت ذرا سی بھی نہیں۔ وہ مطاع صرف اس حیثیت سے ہیں کہ احکام شریعت کے نافذ کرنے والے یا بعض جزئیات میں شرح کرنے والے ہیں۔ اس حد سے آگے ان کی کوئی اطاعت نہیں"[2]

اسلام میں قانونی و سیاسی اقتدار اعلیٰ کا مطلب | اسلام میں قانونی و سیاسی ہر قسم کے اقتدار اعلیٰ

[1] تفسیر حقانی ج ۲ ص ۲۷ - ۲۸ [2] تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۱۷۳ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف مندرجہ ذیل آیات اشارہ کرتی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ۵ : ۴۴)

اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (یوسف : ۴۰)

"حکم تو صرف اللہ کا ہی ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرو۔ یہ ہی صحیح طریقہ (دین) ہے۔"

سیاست شرعیہ میں حکومت (یا عوام) دراصل اللہ کی قانونی حاکمیت کو ہی نافذ کرتی ہے۔ اس لئے ایک اسلامی مملکت میں عوام کی طاقت کو "سیاسی اقتدار اعلیٰ" متصور نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ وہ خود قانونی حاکمیت کی حامل نہیں ہوتی بلکہ "مقتدر حقیقی" کے تفویض کردہ اختیارات کی حامل ہوتی ہے۔ یعنی اس کی مجموعی حیثیت بھی ایک "نائب" یا "خلیفہ" جیسی ہی ہوتی ہے یا ایک ایسے امین (TRUSTEE) کی ہوتی ہے جو مقتدر حقیقی کے ذریعے عطا کی گئی امانت کی نہ صرف حفاظت کرے بلکہ اس کا حق ادا کرنے میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اصل چیز حکم اسلام میں، اطاعت حاکم (و حکومت) کا حکم اور اسکی حدود الٰہی اور اوامر خداوندی ہے اور اس کی اطاعت اصل مقصود ہے۔ امیر و رعیت، ریاست و عوام، حاکم و محکوم سب اس کے یکساں پابند ہیں۔ اسلام کی حکومت میں کسی شخص کو اس اصول سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حکومت کی اطاعت ہر شہری کے لیے ضروری ہے۔

کیوں کہ اسلامی حکومت دراصل احکامات خداوندی، قوانین اسلامی اور اوامر الٰہی کی اطاعت کی طرف بلاتی ہے۔ اس لیے اور صرف اسی لیے اس کی اطاعت ضروری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو حکومت (حاکم) وقت کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔ تو دوسری طرف اللہ کی نافرمانی میں اسکی اطاعت کو منع بھی کیا ہے اس سلسلہ میں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وانما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ فان امر بتقوی اللہ وعدل فان لہ بذلک اجرا وان قال بغیرہ فان علیہ منہ وزرا۔

(متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (حاکم یا مقامی سردار) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور واضح ہو کہ امام (حاکم یا خلیفہ) ڈھال کے مانند ہے جس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے اور جس کی نگرانی میں امن عافیت حاصل کی جاتی ہے۔ پس جو حاکم خدا سے ڈر کر اس کے حکم کے موافق حکمرانی کرے اور انصاف سے کام لے اس کو اس کے سبب اجر ملیگا اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔[1]

وعن ام الحصینؓ قالت

حضرت ام حصینؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی

[1] بخاری، مسلم کذا فی مشکوٰۃ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امّر علیکم عبدٌ مجدّعٌ یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تمہارے اوپر کسی نکٹے غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے موافق حکمرانی کرے تو اس کی اطاعت کرو اور اس کا حکم مانو۔[1]

وعن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبدٌ حبشیٌ کان راسہ زبیبۃ" (رواہ البخاری)

اور حضرت انس رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حاکم کے حکم کو سنو اور اطاعت کرو اور اگرچہ تمہارا حاکم کسی حبشی غلام کو بنایا جائے جس کا انگور کے مانند چھوٹا سا سر ہو۔[2]

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب وکرہ ما لم یؤمر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ (متفق علیہ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حکم سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ حکم پسند آئے جب تک کہ حاکم کسی گناہ کا حکم نہ دے اور جب وہ کسی گناہ کا حکم دے تو مسلمان پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔[3]

وعن علی قال قال رسول اللہ صلعم لا طاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف۔

حضرت علی رض فرماتے ہیں حضور نے فرمایا گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت واجب نہیں، اطاعت صرف نیک کاموں میں واجب ہے۔

علماء اسلام کی نظر میں اقتدار اعلیٰ یا فرمانروائی (SOVEREIGNTY) کا مطلب

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے اسٹیٹ

۱ مسلم کذا فی مشکوٰۃ ۲ بخاری کذا فی مشکوٰۃ ۳ بخاری ومسلم کذا فی مشکوٰۃ ۴ ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"(ریاست) کی فرمانروائی کا موجودہ تصور دوسو اور اس کے بعد میں آنے والے عوام یا فلاسفہ کے ذہن کی اختراع ہے۔ اسو جہ سے متقدمین مسلم محققین نے اس مسئلے پر کھل کر بحث کی ہی نہیں ہے۔ دراصل مسلم فلاسفہ اور محققین کے یہاں اللہ کے علاوہ دوسرے کی مطلق حاکمیت اور فرمانروائی کا تصور ہی نہیں تھا اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کے حاکم اعلیٰ کو خلیفہ کے نام سے ہی پکارتے رہے۔

بہرحال اس سلسلے میں چند نظائر تحریر کئے جاتے ہیں۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "کتاب الخراج" جو کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ان سے اپنی رہنمائی کیلئے لکھوائی تھی کے شروع میں خلیفہ ہارون الرشید کو خطاب کیا ہے نیز اس کو بہت کھل کر اس کے فرائض کی طرف متوجہ کیا ہے اور بیباکانہ نصیحتیں کی ہیں۔ وہ ہارون الرشید سے مخاطب ہو کر حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ جو انھوں نے خلیفہ ہونے کے بعد دیا تھا تحریر کرتے ہیں خطبہ کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں:۔

وَاِنَّمَا عَلَیْنَا اَنْ نَأمُرَکُمْ بِمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ بِہٖ مِنْ طَاعَتِہٖ وَاَنْ نَنْہَاکُمْ عَمَّا نَہَاکُمُ اللّٰہُ عَنْہُ مِنْ مَعْصِیَتِہٖ وَاَنْ نُقِیْمَ اَمْرَ اللّٰہِ۔	(حضرت عمرؓ نے فرمایا) یہ ہمارے اوپر (ضروری اور واجب) ہے کہ تم کو اس بات کا حکم دیں جس کا حکم اللہ نے اپنی اطاعت کے لئے دیا اور تم کو اس بات سے روکیں جس سے اللہ نے اپنی نافرمانی (معصیت) کے سلسلے میں روکا ہے اور یہ کہ ہم اللہ کے امر (حکم) کو قائم کریں۔[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ (یا رئیس مملکت اسلامیہ) کا مقصد اوامر الٰہی کو قائم کرنا ہے اسی کے یعنی اللہ کے اوامر کا حکم کرنا ہے اور اسی کے منکرات سے لوگوں کو روکنا ہے حاکمیت الٰہی کے سلسلے میں اس سے بڑی اور کیا نظیر ہو سکتی ہے کہ عمرؓ جیسے راشد خلیفہ اس بات کو اپنے خطبہ خلافت میں

[1] کتاب الخراج ص ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاف صاف فرمارہے ہیں اور امام ابویوسف جیسا فقیہ اس کو خلیفہ ہارون الرشید کو لکھ رہے ہیں حضرت عمر فاروق نے بلکہ صدیق اکبر نے بھی اپنے خطبۂ خلافت میں یہ ہی فرمایا تھا:

تب تک کہ میں اللہ کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے تاریخ کی تمام مستند کتابوں میں یہ خطبہ دیکھا جاسکتا ہے میں نے اپنی انگریزی کتاب THE PIOUS CALIPHS (خلفائے راشدین) میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔ بہرحال اس سے صاف صاف یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خلفائے راشدین اسلامی حکومت میں فرماں روائی اور حاکمیت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہی مانتے تھے۔

قاضی ابی یعلی محمد بن حسین الفراء الحنبلی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں امام یا خلیفہ (یعنی رئیس مملکت اسلامیہ) کے دس فرائض تحریر کیے ہیں جس میں سب سے پہلا فرض امور دین کی اس اصول پر حفاظت ہے جو اسلاف سے ثابت ہوں وہ تحریر کرتے ہیں:۔

ویلزم الامام من امور الامۃ	امام کے اوپر قوم (امت) کے امور میں
عشرۃ اشیاء احدھما:	سے دس چیزیں انجام دینا لازمی ہیں ان
حفظ الدین علی اصول التی	میں سے پہلا یہ ہے کہ دین کی ان اصول
اجمع علیھا سلف الامۃ	پر حفاظت کی جائے جن پر اسلاف امت
	متفق ہیں[1]

امام ابو الحسن ماوردی (م ۴۵۰ھ) اپنی مشہور سیاسی تصنیف "الاحکام السلطانیہ" کو اقتدار اعلیٰ کی جلالت اور منزلت عامہ کے ذکر سے شروع کرتے ہیں[2] اس طرح ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیۃ کی ابتدا خدا وند بلند و برتر کے اقتدار اور غلبہ عام کے ذکر سے کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) اس بیان میں کہ رعایا پر خلیفہ کی اطاعت لازم ہے" تحریر کرتے ہیں۔" مصالح اسلام کے متعلق خلیفہ جو کچھ حکم فرمائے اور نیز اس کا جو حکم (شرع کے مخالف نہ ہو

---

[1] الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۲۷۔ [2] الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اس کی بجا آوری) مسلمانوں پر لازم ہے خواہ خلیفہ عادل ہو یا ظالم اور اگر لوگ مذہب کے فروعات میں مختلف ہوں اور خلیفہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو اجتہادی ہے اور کتاب اور سنت مشہورہ اور اجماع سلف کے مخالف نہیں ہے اور (نیز) اس قیاس جلی کے مخالف نہیں ہے جو واضح الثبوت اصل پر مبنی ہے تو خلیفہ کی اس بات کو سننا اور اس کے حکم کے موافق چلنا لازم ہے اگرچہ (خلیفہ) کا یہ حکم اس شخص کے مذہب (یعنی فقہی مسلک) کے موافق نہ ہو جس کا خلیفہ نے حکم دیا ہے۔ ...... (لیکن) اگر خلیفہ سے کوئی ظلم صریح صادر ہو یا خلیفہ شرع کے برخلاف کوئی حکم کرے اور اس مسئلہ میں شارع (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے کوئی برہان ہمارے پاس موجود ہو تو خلیفہ کے اس ظلم کو اپنے سے دفع کرنے کے لئے مستعد ہونا اور خلیفہ کی اطاعت ترک کر دینا جائز ہے (اور ان دونوں صورت میں جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرے) اس کی ایذا دہی کے لیے جو لوگ سلطان کا ساتھ دیں گے وہ گنہگار ہوں گے[1]

حضرت شاہ صاحب رحؒ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سیاست شرعیہ میں حاکمیت اور فرمانروائی کسی شخص یا جماعت یا ریاست کی نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔

"ان امور کا بیان جو خلیفہ پر واجب ہیں از قسم اجرائی مصالح اہل اسلام" کے تحت شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

اس مسئلہ کی اصل ہے خلافت کے معنی میں غور کرنا اور دین قائم رکھنے کے مقدمات کا جاننا یعنی جن کے بغیر دین کی اقامت متصور نہیں ہو سکتی اور دین کے کامل کرنے والے امور کا جاننا جن کے بغیر دین کامل طور پر تحقق پذیر نہیں ہو سکتا (ان باتوں کو پیش نظر رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ) خلیفہ پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح محفوظ رکھنا واجب ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مستفیضہ سے ثابت ہو اور سلف صالحین کا اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہو ....[2] (باقی آئندہ)

---

[1] ازالۃ الخلفاء من خلافۃ الخلفاء ج ا مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۹۰۔ [2] ایضاً ص ۱۸۔

© rasailojaraid.com